۳۲واں باب

نبوّت کا پانچواں سال (جاری)

اہلِ مکّہ کو غار والوں اور باغ والوں کے قصّوں سے نصیحت

۳۲واں باب

اہلِ مکّہ کو غار والوں اور باغ والوں کے قصّوں سے نصیحت

کاروانِ نبوّت ﷺ کی دوسری جلد کا اختتام پانچویں سال کے وسط میں سورۃُالبلد کے نزول پر ہوا۔ گفتگو کے سلسلے کو سمجھنے کے لیے ذرا دوبارہ اکتیسویں باب پر نظر ڈال لیجیے۔ پانچواں سال گزر رہا ہے، اسلام اور جاھلیۃ کے درمیان ایک عظیم مباحثہ جاری ہے۔ مکّی زندگی کے ادوار کی ہماری تقسیم کے مطابق یہ تیسرا دور ہے۔ کفّار نے اہلِ کتاب سے پوچھ کر نبی ﷺ کے سامنے تین سوالات رکھے ہیں۔ اہلِ کتاب یہ جانتے ہیں کہ ان سوالوں کے صحیح جوابات اہلِ مکّہ کو ہرگز نہیں معلوم ہیں اور اہلِ کتاب میں بھی طبقہ علما تک محدود ہیں، اُن کا یہ خیال بالکل صحیح تھا کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوّت ان سوالوں کا صحیح جواب نہیں دے سکتا۔ ان سوالوں کا جواب مکّہ میں تو صرف وہی دے سکتا ہے جس کے پاس اللہ کے یہاں سے وحی آتی ہو۔

پہلا سوال اصحابِ کہف کے بارے میں تھا، دوسرا خضر علیہ السلام[4] کے بارے میں اور تیسرا ذوالقرنین کے بارے میں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سُوْرَۃُ الْکَھْف نازل فرمائی اور تمام پوچھے گئے قصّوں کو نہ صرف مناسب تفصیل سے سنادیا بلکہ بہت سارے فضول اور غلط دعووں کا بھی پردہ چاک کرنے کے ساتھ ان واقعات کو نبی ﷺ کے پیغام کے لیے مفید اور لوگوں کے لیے عبرت پذیر بنا دیا اور ساتھ ہی اہلِ ایمان کو حقیر دنیا اور اس کے معیارِ زندگی life status کے فتنوں سے آگاہ کیا، جس نے اس فانی دنیا کو اور اس کی لذّتوں کو اُن کی نگاہوں میں حقیر کردیا، اس مقصد کے لیے دنیاوی لحاظ سے ایک بڑے مال دار باغ والے آدمی اور آخرت پر یقین رکھنے والے ایک غریب اور قناعت

---

[4] یہ رائے کہ خضر علیہ السلام نبی تھے زیادہ مضبوط رائے ہے، اوّلاً کیوں کہ وہ محض الہام کی بنیاد پر لڑکے کو قتل نہیں کر سکتے تھے، الہام سے شرعی حکم صادر نہیں ہوتا۔ ثانیاً یہ کہ ایک اولوالعزم پیغمبر ایک ولی کا پیروکار کیسے ممکن ہے! خضر علیہ السلام کے بارے میں متعدد آراء پائی جاتی ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ آج بھی زندہ ہیں، اور بعض نام نہاد رہ نُمائی کے دعوے دار اُن سے کسبِ فیض کے مدعی ہیں، یہ سب فضول کاروباری باتیں ہیں۔

پسند آدمی کا مکالمہ اور قصّہ بھی تمثیلی انداز میں بیان کر دیا گیا۔

۵۳ : سُوْرَۃُ الْکَھْف : [۱۸ — ۱۵: سبحٰن الّذی، ۱۶: قال الم اقل]

اس سورۂ مبارکہ میں بات شروع ہوتی ہے، بنیادی دعوت کو دہرانے اور اہلِ کتاب کی گم راہی کے تذکرے سے جنھوں نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو زچ کرنے کے لیے کفّارِ مکّہ کو سوالات سکھائے تھے، اس طرح سے اگرچہ مکّی زندگی کے اس ابتدائی زمانے میں ابھی اہلِ کتاب سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی لیکن درپردہ اہلِ مکّہ کو سکھانے پڑھانے کی حرکتوں کی بنا پر اُن کی جانب بھی التفات کر لیا گیا کہ تیر نشانے پر لگے اور سوالات سکھانے والوں کو اپنی حالت پر غور کرنے کا موقع مل جائے۔ اوّلین موضوع دعوتِ توحید ہے۔

دعوتِ توحید اور نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انہماک پر تحسین

ساتھ ہی نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ایک انداز کی دعوت میں انہماک پر تعریفی انداز میں کہا گیا کہ تم تو اس طرح اتنے جان و دل سے لگے ہو کہ گویا اہلِ مکّہ کے نہ ماننے کے غم میں اپنی جان ہی گھلا دو گے۔ مزید رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی اور مومنین کو بھی یہ سمجھایا گیا کہ دنیا پر مرنے والے جان لیں کہ سارے عیش و عشرت کے سامان جس پر اکڑ کر یہ دعوت کو جھٹلا رہے ہیں، فانی ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ساری تعریفیں اور شکریے اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر یہ قرآن نازل کیا ہے اور اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ یہ صاف صاف وضاحت سے بات کہنے والی کتاب ہے تاکہ وہ جھٹلانے والے لوگوں کو اللہ کے سخت عذاب سے آگاہ کر دے اور نیک عمل کرنے والے مومنین کو خوش خبری دے کہ ان کے لیے بہت اچھّا اجر ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے، انھیں اللہ کے انتقام و عذاب سے ڈرائے کہ اِس بات کا نہ اُنھیں کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا۔ کیسی بڑی اور جھوٹی بات ہے جو ان کے مُنہ بکتے ہیں۔ [مفہوم آیات ۱ تا ۵]

تو شاید اے محمدؐ تم ان کے حق سے روگردانی کے غم میں اپنی جان سے چلے جاؤ گے۔ حقیقت یہ

ہے کہ روئے زمین پر جو کچھ بھی نعمتیں ہیں جن کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے وہ اس لیے ہیں کہ انسانوں کو آزمایا جائے کہ کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور بالآخر زمین پر زندگی کے سارے عیش و عشرت کے سروسامان کو مٹا کر ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔ [مفہوم آیات ۶تا۸]

اہلِ ایمان کا قصّہ جنھوں نے جاہلیت سے گریز کی خاطر غار میں پناہ لی

اس تمہیدی گفتگو کے بعد ایک دور اُفتادہ رقیم نامی گاؤں کے چند ایمان لانے والے نوجوانوں کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے جنھوں نے اللہ توکل پر مشرکانہ دنیا پرست معاشرے میں توحید کی دعوت اور آخرت کی یاددہانی کا کام ایک مشن کے انداز میں شروع کیا اور جب قوم اُن کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی اور اُن کے قتل یا سنگ سار کرنے کے درپے ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی رہ نُمائی سے وہ نوجوان ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے اور اُن کے ساتھ اُن کا ایک کتّا بھی اُسی غار میں تھا۔ ایک مدّت جو صدیوں کی تھی اُس کے لیے اللہ نے انھیں سُلا دیا اور اس دوران اُس قوم کی آنے والی نسلیں ایمان لے آئیں اور اُن کے درمیان زندگی بعد موت کے مسئلے پر بحث چھڑ گئی کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مُردوں کو زندہ کریں گے، اسی مباحثے کے دوران غار والے سوئے ہوئے مومن نوجوانوں کو اللہ نے جگا دیا، اب جبریل امین اس قصّے کو نبی ﷺ کے اوپر وحی کر رہے ہیں۔ یہ قصّہ ہم اس کتاب کی جلد اوّل [طبع اوّل مئی ۲۰۱۵] صفحہ ۳۴ تا ۳۸ پر بیان کر چکے ہیں۔

کیا اہلِ مکّہ، اہلِ کتاب سے سُن سنا کر گمان کرتے ہیں کہ گاؤں رقیم[۵] کے غار والوں کی سرگذشت ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں[۶] میں سے ہے؟ ہم اصل قصّہ سناتے ہیں کہ مشرکانہ جاہلی ماحول میں جب ایمان پر ثابت قدم چند نوجوانوں نے اپنی قوم کو ایمان کی دعوت دی اور کش مکش کے برپا ہونے پر انھوں نے دعا کی: اے ہمارے رب ہم کو اپنی رحمتِ خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ دُرست کر دے۔ یوں وہ ہماری رہ نمائی میں غار میں پناہ گزیں ہو گئے تو ہم نے اُنھیں اُسی غار میں تھپک کر سالوں کی طویل مدّت کے لیے گہری نیند سُلا دیا، پھر ہم نے اُنھیں جگایا تاکہ دیکھیں

۵ کعبؓ کا فرمانا ہے کہ یہ شہر کا نام ہے، ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ وادی کا نام ہے، جس میں غار تھا، عام مفسرین کی رائے ہے کہ رقیم بمعنی مرقوم یعنی لکھا ہوا ہے۔

۶ اصحابِ کہف کا قصّہ عجائبات میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے معجزات میں سے ہے۔

اُن کے دو گروہوں میں سے کون اپنے سونے کی مُدّت کا صحیح اندازہ کرتا ہے۔ [مفہوم آیات ۹تا۱۲]

یہاں سے اصحابِ کہف کے واقعے کی تفصیل شروع ہوتی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس قصّے کو حق اور صداقت کے ساتھ اپنے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر بیان کرتے ہیں، جس میں کسی لحاظ سے کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں ہے۔

ہم یہ قصّہ تم کو ٹھیک ٹھیک ذرا تفصیل سے بتاتے ہیں۔ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت یابی میں برکت ڈال دی، اُن کے دل ایمان و ہدایت پر مضبُوطی سے جم گئے۔ وہ اُٹھے اور انھوں نے برملا اعلان کر دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اُس کے سوا کسی دُوسرے معبود کو ہر گز نہ پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بالکل ہی بے ہودہ بات کریں گے۔ یہ ہماری نادان قوم تو ربُّ العٰلمین کو چھوڑ کر دُوسرے معبود بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ ان کے معبود ہونے کے حق میں واضح دلیل کیوں نہیں لاتے؟ آخر اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ اب جب کہ تم ان سے اور ان کے گھڑے ہوئے معبُودوں سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اس ماحول سے نکل کر کسی غار میں چل کر پناہ لو۔ تمھارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن کشادہ کر دے گا اور اس مشکل مرحلے میں ہر احتیاج کے لیے انتظام کر دے گا۔ [مفہوم آیات ۱۳تا۱۶]

اگلی آیات میں ان غار والوں کی طویل عرصے سالہا سال تک سوئے رہنے کی ایک مختصر روداد ہے۔ کس طرح یہاں ہوا، روشنی کا انتظام رہا، کس طرح اتنی طویل نیند میں وہ اُن زخموں سے محفوظ رہے جو عام طور پر مریضوں کو طویل مدت تک لیٹے رہنے کی وجہ سے جسم میں پڑ جاتے ہیں جنھیں بستر کے زخم Bed sores کہا جاتا ہے۔ اللہ انھیں کروٹیں دلاتا رہا اور اُنھیں بستر کے زخم نہیں ہوئے۔ دھوپ سائے٭ کا مناسب انتظام اس طرح رہا کہ وہ کشادہ جگہ آرام کرتے رہے۔

تم دیکھتے کہ سُورج جب طلوع ہوتا تو ان کے غار کے دائیں جانب چڑھ جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بچ کر بائیں جانب کترا جاتا اور وہ ہیں کہ غار کے اندر کشادہ صحن میں پڑے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ بھٹکا

٭ ہمارے یہاں بھی دھوپ اور سائے کا یہی اصول کار فرما ہے۔ سورج کسی بھی موسم میں شمال کی طرف نہیں جاتا۔ اسی اصول کے تحت کارخانوں کی بڑی بڑی عمارات میں شمالی روشن دانوں North light shells کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ روشنی تو بلڈنگ میں آئے مگر براہِ راست دھوپ نہ آئے۔

دے اس کے لیے تم کوئی دست گیری کرنے اور رہ نمائی کرنے والا نہیں پا سکتے۔

[مفہوم آیت ١٧]

کوئی انھیں دیکھے تو لگے کہ وہ جاگ رہے ہیں، حالاں کہ وہ سو رہے تھے۔ ہم انھیں دائیں بائیں کروٹ دلواتے رہتے تھے۔ اور غار کی دہلیز پر ان کا سوتا ہوا کتّا یوں محسوس ہوتا گویا ہاتھ پھیلائے نگہبان بیٹھا ہو۔ اگر تم کہیں جھانک کر انھیں دیکھتے تو خوف سے بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر اس منظر ہی سے دہشت بیٹھ جاتی۔

اور اسی طور ہم نے انھیں دوبارہ جگا کر اُٹھا بٹھایا تاکہ ذرا آپس میں ایک دوسرے سے معلوم کریں۔ ان میں سے ایک پوچھنے والے نے پوچھا: ہمیں یہاں کتنی دیر ہو گئی ہو گی؟ دُوسروں نے کہا: شاید ایک دن یا اس سے کچھ کم رہے ہوں گے [مفہوم آیات ١٨ تا ١٩]

پھر وہ بولے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حال میں گزرا۔ چلو، اب ہم میں سے کوئی اپنی رقم لے کر شہر جائے اور وہ دیکھے کہ پاکیزہ کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے کے لیے لائے۔ اور چاہیے کہ ذرا سمجھ داری اور خاموشی سے کام کرے، کسی کو ہمارے یہاں ہونے کی خبر نہ ہونے پائے، اگر کہیں اُن کو خبر ہو گئی تو بس سنگ سار ہی کر ڈالیں گے، یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس گھسیٹ لے جائیں گے، ایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہ پا سکیں گے۔

[مفہوم آیات ١٩ تا ٢٠]

اس ساری تدبیر اور احتیاط کے باوجود کھانا خریدنے کے لیے باہر جانے والے کے ذریعے اللہ نے اہلِ شہر کو ان غار والوں کے حال پر مطلع کر دیا کہ صدیوں کے سوئے ہوئے جاگے ہیں، یہی اللہ کا منصوبہ تھا کہ شک میں مبتلا لوگ جان لیں کہ زندگی بعد موت کی گھڑی [قیامت] کے بارے میں اللہ کا وعدہ سچا ہے، وہ بے شک آ کر رہے گی۔ شہر کے لوگ آپس میں اِس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ اِن غار والوں کے ساتھ [جو دوبارہ سو گئے تھے] کیا کیا جائے۔ صاحبانِ ایمان لوگوں نے کہا: غار کے دہانے پر ایک دیوار چُن دو، اِن کا رب ہی اِن کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔ مگر جو لوگ معاملات پر غالب تھے، بولے کہ ہم تو اِن پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے۔ [مفہوم آیت ٢١]

کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا اُن کا کتّا تھا۔ اور کچھ دُوسرے کہہ دیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا اُن کا کتّا تھا۔ بے تکی ہانکتے ہیں، کوئی اور کہے کہ سات تھے اور آٹھواں اُن کا کتّا تھا۔ کہہ دو،

میرا رب بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے۔ تھوڑے لوگ ہی ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ پس ان کی تعداد کے معاملے میں تم بحث نہ کرو اور نہ ان کے متعلق کسی سے کچھ پُوچھو۔ اس موضوع پر ٹالنے کے انداز میں بات کو آگے بڑھا دو۔ یہ موضوع اس قابل ہی نہیں کہ اس پر تحقیق کی جائے یا بات کی جائے۔ [مفہوم آیات ۲۲ تا ۲۳]

اور دیکھو، کسی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کردوں گا۔ کیوں کہ تم اللہ کے اِذن کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے، کہو اِن شاء اللہ یعنی کہ: مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اگر بھُول جاؤ تو خیال آتے ہی فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو اُمید ہے کہ میرا رب اِس معاملے میں اپنی حکمت سے میرے لیے زیادہ بہتر بات کی طرف رہ نمائی فرمادے گا۔ [مفہوم آیت ۲۴]

کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ اپنے غار میں تین سو نو [۳۰۹] سال رہے، آپ کہیے، اللہ خوب جانتا ہے جتنی بھی مدّت وہ رہے، آسمانوں اور زمین کے سب رازوں کا وہی عالم ہے، کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سُننے والا! زمین و آسمان کی مخلوقات کا کوئی خبر گیر اُس کے سوا نہیں اور وہ اپنے اختیارات میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ [مفہوم آیات ۲۵،۲۶]

عزت صرف اہلِ ایمان کی ہے

[چاہے وہ دنیاوی اعتبار سے کتنے ہی کم تر کیوں نہ ہوں]

یہاں پہنچ کر غار والوں کا قصّہ ختم ہو جاتا ہے اور اس سے قبل کہ اللہ تعالیٰ خضر علیہ السلام کے بارے میں پوچھے گئے دوسرے سوال کا کفّار مکّہ کو جواب دیں، اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور اہلِ ایمان کی تربیت اور زندگانی کے بارے میں تصورات کو واضح کرنے کے لیے ہدایات دیتے ہیں۔

اے محمدؐ تمھارے رب کی جو کتاب تم پر وحی کی جا رہی ہے اُسے لوگوں کو سُناؤ[۸]، کوئی اُس کے بیان کردہ قوانین اور بیانات کو بدل دینے کا اختیار نہیں رکھتا اور اگر تم کسی کی خاطر اس میں ردّوبدل کروگے تو اللہ سے بچ کر بھاگنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پاؤ گے۔ اللہ کے کلمے کی اشاعت اور اُس کو بلند کرنے کے لیے اپنے دل کو اُن لوگوں کی ہمراہی پر قانع اور مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا حاصل

۸ حق و باطل کی کش مکش میں جب کوئی مشکل وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی طور پر تمسک بالقرآن کی ہدایت کی گئی، یہ مضمون سورۃ العنکبوت میں جو اسی سال کے مشکل حالات میں نازل ہوئی مزید تفصیل سے سامنے آئے گا۔

کرنے کے لیے صبح و شام اُسے پکارتے ہیں اور اُن سے ہر گز نگاہیں نہ پھیرو[9]۔ اس معاملے میں لوگوں کے مال و دولت اور دنیاوی عزت و مرتبے کا کوئی لحاظ نہیں!

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ دعوتِ حق کے دوران برپا کشمکش میں کسی بھی ایسے شخص کی بات پر دھیان تک نہ دو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشِ نفس کا غلام ہے اور جس کے معاملاتِ زندگی حدود سے متجاوز اور افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ برملا کہہ دو کہ تمھارے رب کی طرف سے یہی حق ہے، جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔ ہم نے انکار و مخالفت کرنے والے ظالموں کے لیے ایک آگ کی دوزخ تیار کر رکھی ہے جس کے شعلے اُن کے بس قریب پہنچ چکے ہیں۔ جہاں اگر وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ایسا پانی انھیں پیش کیا جائے گا جو ابلتے ہوئے تیل کی تہہ میں رہ جانے والی تل چھٹ کی مانند ہو گا اور جو اُن کا منہ بھُون ڈالے گا، کیا ہی بد ترین پینے کی چیز اور کیسا برا ٹھکانا! [مفہوم آیات ۲۷-۲۹]

بلاشبہ وہ لوگ جو اس بات کو مان لیں گے جو تم پیش کر رہے ہو اور نیک عمل کریں گے، تو یقیناً ہم نیکو کار لوگوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتے۔ اُن کے لیے ہیشگی کے باغ ہوں گے جن میں نہریں رواں ہوں گی، وہاں اُنھیں بادشاہوں کی مانند سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے، انتہائی نفیس باریک ریشم اور اطلس و دیبا کے سبز لباس ہوں گے اور وہ اونچی مسندوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے۔ اللہ کے کلمے کی اشاعت اور حق و باطل کی کشمکش میں حق کا ساتھ دینے کا بہترین صلہ اور اعلیٰ درجے کا ٹھکانا ہو گا!

[مفہوم آیات ۳۰-۳۱]

باغ والوں کا قصّہ:

[اللہ کے نزدیک لوگوں کے مرتبے کا معیار]

اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی تربیت اور زندگانی کے بارے میں تصورات کو واضح کرنے کے لیے ہدایات دینے کے بعد ایک امیر آدمی اور اُس کے ایک غریب مومن پڑوسی کی تمثیل سے دنیا کی بے حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ تا کہ مکّہ کے چودھریوں [اُمراء اور ملاء] نے جو غریب اہلِ

---

[9] یہ بلالؓ، عبداللہ بن ام مکتومؓ، عمار بن یاسرؓ اور خبابؓ جیسے مفلس اور نادار ہیں۔

ایمان کا مذاق اُڑانا شروع کیا ہے اپنے سوالات کے جوابات سننے کے دوران اپنے دنیاوی مال اور مرتبے پر اکڑنے کا انجام بھی سن لیں۔

دنیاوی مال و مرتبے کی حقیقت بتانے کے لیے اے محمدؐ، اِن کو دو افراد کی تمثیل سناؤ۔ دو شخص تھے، ایک کو ہم نے کھجور کے درختوں سے گھرے انگور کے دو باغ دیے جن کے درمیان کھیتی کی زمین رکھی اور بیچ میں نہر بھی رواں کردی۔ دونوں باغوں نے خُوب پھل لانے میں ذراسی بھی کسر نہ چھوڑی۔ اُسے خوب نفع حاصل ہوا۔ اُس کے پھلوں کا موسم ہوا تو وہ اپنے ہمسائے ساتھی سے گفتگو کرتا اور شیخیاں مارتا ہوا بولا میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور نفری (بیٹے اور غلام) بھی زیادہ رکھتا ہوں۔ پھر وہ اپنے باغ میں اس طرح اکڑتے ہوئے داخل ہوا جو اللہ کو ناپسند ہے سو وہ اپنے ہی اوپر ظالم بن کر سرکشی سے کہنے لگا میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت کبھی آئے گی اور میری یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی اور اگر کبھی میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو ضرور اِس سے بھی بہتر چیزیں اور مرتبہ پاؤں گا۔ [مفہوم آیات ۳۲ تا ۳۶]

اُس کے ہمسائے نے یہ بات سنی تو اُس سے کہا: ارے کیا تو اُس ذات کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر پانی کی ایک بوند (نطفے) سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا مرد بنا کر کھڑا کر دیا۔ میرے ہمسائے! سُن کہ میرا مولا تو وہی ایک اللہ ہے جس کے ساتھ میں کسی کو شریک نہیں کرتا[10]۔ تم جب اپنے باغ میں داخل ہو رہے تھے تو کیوں نہ اس وقت تم نے کہا: ماشاء اللہ، لاقوۃ اِلاّ باللہ؟ کہ اس ساری کمائی میں میری طاقت و صلاحیت کو کوئی دخل نہیں، جو کچھ ہے اللہ کا فضل ہے، اللہ کے علاوہ کسی میں فضل عطا کرنے کی طاقت نہیں۔ اگر تُو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پا رہا ہے تو نہ اکڑ، اُس ذات سے کیا بعید کہ وہ مجھے تیرے باغوں سے بہتر عطا فرمادے اور تیرے باغوں پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے جس سے وہ چٹیل میدان میں تبدیل ہو جائیں، یا اس کا پانی زمین کی

[10] غور کرنے کی بات ہے کہ یہاں شرک سے مراد کون سا شرک ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ سیاق و سباق میں باغ کے مالک سرکش شخص سے اللہ کی ذات و صفات میں کسی شرک کا ظہور نہیں ہوا ہے۔ ہمسائے نے اس شخص کو اللہ کی قدرت اور اُس کے اختیار کو نظر انداز کر کے ظاہری اسباب اور مادّی وسائل پر تکیہ کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ یہی شرک ہے، یہ اللہ کا حق ہے کہ سارا توکل اُس کی ذات پر ہو۔ مادّہ پرستی ظاہری اسباب و وسائل پر بالکلیہ تکیہ کرنا سکھاتی ہے اور یہ شرک فی الحقوق اللہ ہے۔ آج دولت کو معبود کا درجہ دے دیا گیا ہے، اور مادّی وسائل اور ذرائع کو مسبب الاسباب سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ دورِ حاضر کا سب سے خطرناک شرک ہے۔

نچلی تہوں میں اُتر جائے اور پھر تو اُسے ہر گز نہ نکال سکے۔ [مفہوم آیات ۳۷ تا ۴۰]

انجامِ کار اس کے پھلوں پر آفت آئی اور ساری پیداوار ماری گئی اور اپنے انگوروں کے باغوں کے چھپروں کو اُلٹا پڑا دیکھ کر اپنے لگائے ہوئے سرمائے کی بربادی پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا کہ اے کاش! میں نے کسی کو اپنے رب کے ساتھ شریک نہ جانا ہوتا .... اُس کے پاس کوئی جتھا نہ تھا کہ اللہ کے مقابلے میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود ہی اللہ سے انتقام لے سکا۔ اِس تجربے نے اُس پر ثابت کیا کہ کارسازی کا اختیار صرف اللہ ہی کے پاس ہے، اجر وہی بہتر ہے جو وہ عطا کرے اور انجام وہی عمدہ ہے جو وہ دکھائے۔ [مفہوم آیات ۴۱ تا ۴۴]

کفّار نے اہلِ کتاب سے پوچھ کر نبی ﷺ کو زچ کرنے اور بزعمِ خود بر سر غلط ثابت کرنے کے لیے آپ کے سامنے جو تین سوالات رکھے تھے، اُن میں سے پہلے سوال کا، جو غار والے نوجوانوں کے بارے میں تھا کفّار کو واضح اور بالکل صحیح جواب مل گیا۔ اُن کے خیال کے مطابق کوئی جھوٹا مدعی نبوّت ان سوالوں کا صحیح جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اب ایک ایسا جواب ملنے کے بعد کہ خود یہود و نصاریٰ دنگ رہ جائیں، انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ وہ رسالت کی تصدیق کریں! اللہ تعالیٰ کا کلام یہاں صرف اُن کے جواب تک محدود نہیں رہتا بلکہ اہلِ ایمان کے دنیا کے بارے میں ذہن کو صاف کرنے کے لیے دنیا کی بے حقیقتی اور معیارِ زندگی life status کے فتنے کو بھی باغ والوں کے واقعے کے ذریعے صاف کیا، نبی ﷺ کی ٹیم (اصحاب اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کے دلوں میں دنیا کے اس بے حقیقت ہو جانے نے، آنے والے چند سالوں میں دنیا کو ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔

اگلے باب میں ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے کفّار کے باقی دو سوالوں کے جوابات کا مطالعہ کریں گے، تاہم یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ دنیا کے بارے میں اس نقطہ نظر نے کہ یہ عارضی اور بے حقیقت ہے، اصل کامیابی اور بادشاہت آخرت کی ہے، اسلام قبول کرنے والے افراد میں وہ زہد اور تقویٰ پیدا کیا جس کی بنیاد پر وہ بے غرضی، بے لوثی اور اور اُس زہد و تقویٰ کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو سکے کہ دنیا میں ایک فکری و تہذیبی اور سیاسی انقلاب بہ یک وقت برپا کر سکیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد تمام مجدِّدین کی احیائے اسلام کی کوششوں میں جو کمی کامیابی کے حصول میں حائل محسوس ہوتی ہے وہ احیاء کے لیے کام کرنے والی ٹیموں [کام کرنے والی

جماعتوں] میں قرآن کے اس مطلوب نقطہ نظر کا کماحقہٗ یا اثر آفریں حد تک موجود نہ ہونا ہے۔

پانچویں سال کے اس دوسرے نصف آخر میں جب اہلِ ایمان کے لیے زندگی مکّہ کی زمین پر تنگ ہو گئی ہے اور وہ اس جاہلی معاشرے میں مستقبل قریب میں اسلام کے قبولِ عام کے کوئی آثار نہیں دیکھ رہے ہیں، اصحاب کہف کے قصّے میں ایک سبق اور بھی ہے۔ غار والوں کی تفصیلات پوچھنے پر اُس کا بلا کم و کاست ایک اُمّی کا بتا دینا اور وہ بھی اُن تفصیلات کے ساتھ جو اہلِ کتاب، یہود و نصاریٰ کو بھی نہ معلوم تھیں، جہاں آپ کی نبوّت کی دلیل بنتی ہے وہیں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپؐ کی جدوجہد کی داستان کو نازل ہوتے ہوئے قرآنی اجزا کے تناظر میں دیکھنے والے کے لیے یہ بات بڑی فکر انگیز ہے کہ مؤمنین کو ترغیب دی جا رہی ہے کہ غار والوں کی طرح جاہلی معاشرے کو خیر باد کہا جائے اور کوئی دوسری جائے پناہ تلاش کرنے کے لیے اللہ پر بھروسہ کیا جائے اور اللہ کی مدد کا انتظار کیا جائے۔ عقلِ انسانی پر استوار چند روزہ دنیا کی کام یابیوں اور کام رانیوں کو زندگی کی منزل قرار دینے والا جاہلی معاشرہ، اسلامی تہذیب و تمدن سے بالکل مختلف ہے، اسلامی فکر، الوہی اور الہامی ہدایت کے تابع ہو کر عقل کو استعمال کرتی ہے اور آخرت کی کام یابیوں کو اصل ہدف قرار دیتی ہے۔ یہی بات غار والوں کے قصّے کے بعد باغ والوں کے قصّے سے سامنے آتی ہے۔

سورۃ کے ان مذکورہ پیغامات اور اشاروں پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کس طرح قرآن اہلِ ایمان کی تحریک و جدوجہد میں رہ نمائی کر رہا تھا، یہ بات آنے والے دنوں میں واضح سے واضح تر ہوتی چلی جائے گی جب ہم دیکھیں گے کہ آنے والے مہینوں میں جبریلِ امین ایک کے بعد ایک سورۃ مریم، طٰہٰ، زُمر اور عنکبوت لے کر آئیں گے اور ہر ایک سے یہی ایک پیغام اُبھرے گا کہ اللہ کی زمین وسیع ہے، حرمِ کعبہ جیسی نعمت کو اپنی آغوش میں رکھنے والے اپنے شہر کو جو قبولِ حق کے لیے ناساز گار ہو رہا ہے، اللہ کی راہ میں قربان کرو اور اللہ کے دین کی آزادانہ اطاعت اور اُس کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کوئی اور سر زمین تلاش کر لو۔

☆☆☆☆